اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

عشرۂ ذی الحجہ

عیدین اور قربانی

کے احکام ومسائل



محمد سعید طیب بھٹوی رحمہ اللہ

Dar-ul-Andlus



بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ، أَمَّا بَعْدُ !

آج سے ہزاروں سال قبل اللہ کے نیک اور صالح بندے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایثار و قربانی کی ایسی نادر مثال پیش کی جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول و محبوب قرار پائی اور اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید یادگار بنا دیا، اور اس قربانی کی نسبت سے عید الاضحیٰ کے دن، قربان کیے جانے والے بے شمار جانوروں کے خون بہانے کے عمل کو پسندیدہ عبادت اور شعار امت بنا دیا۔

اسلام میں عبادات کا تصور اخلاق اور شرافت سے عاری کھیل تماشے اور رسمی طور طریقوں پر مبنی نہیں ہے، بلکہ اسلام کا تصورِ عبادت، بندے میں اطاعت و فرماں برداری کا ایسا جذبہ پیدا کرنے کا نام ہے جس کے بعد وہ اللہ کے راستے میں بڑی سے بڑی جانی و مالی قربانی پیش کرنے کو اپنے لیے سعادت اور خوش بختی سمجھتا ہے اور یہی تخلیق انسان کا مقصد ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾

[الأنعام: ١٦٢، ١٦٣]

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔“

آج مسلمانوں میں عملی کمزوریوں کے سبب ایسے تصورِ عبادت کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے، جو قرآن و حدیث کی مستند اور قابل اعتماد تعلیمات پر مبنی ہو۔ عبادت کے اس تصور کے ساتھ بندے میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور نیک اعمال کی بنیاد بھی ایسا تقویٰ پیدا کرنا ہے، جو قربانی

سے مقصود ہے ورنہ اللہ کو نہ خون سے غرض ہے اور نہ گوشت سے۔

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾

[الحج : ۳۷]

''اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔''

اسی جذبہ کو اجاگر کرنے کے لیے ''عشرۂ ذی الحجہ عیدین قربانی کے احکام ومسائل'' کے نام سے ایک کتابچہ تیار کیا گیا ہے۔ یہ مختصر کتابچہ فاضل نوجوان محمد سعید طیب بھٹوی ﷾ نے ترتیب دیا ہے۔ اس میں عشرۂ ذی الحجہ کی اہمیت وفضیلت، عیدین اور قربانی کے متعلق جملہ مسائل قرآنی نصوص اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔

مزید برآں ان عبادات اور اعمال کو ادا کرنے کے مسنون طریقوں کی وضاحت کی گئی ہے اور غیر مسنون اور غیر ضروری کاموں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے، تاکہ قارئین ان مناسک اور عبادات کو سنت نبوی کے مطابق انجام دے سکیں، جو کہ قبولیت اعمال صالحہ کی بنیادی اور اولین شرط ہے۔

یہ کتابچہ ادارہ دارالاندلس کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے، اس کی کمپوزنگ اور فارمیٹنگ محمد شفیق نے کی ہے اور اس کا خوبصورت ٹائٹل نوجوان ڈیزائنر حنظلہ اقبال نے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب کو خیرِ کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو قارئین کے لیے نافع اور مؤلف کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین!

محتاج دعا

جاوید الحسن صدیقی

مدیر دارالاندلس

۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ

عشرۂ ذی الحجہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ!

یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ ہی دنوں، راتوں، مہینوں اور سالوں کا خالق ہے۔ اس نے اپنی حکمت کاملہ سے بعض دنوں کو دوسرے دنوں پر، بعض راتوں کو دوسری راتوں پر اور بعض مہینوں کو دوسرے مہینوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تقرب کا خواہش مند مسلمان ان سنہری مواقع کی تاک میں رہتا ہے اور انھیں غنیمت سمجھ کر عمل کرتے ہوئے بالآخر اپنے رب کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

جس طرح اس بات میں کوئی شک نہیں کہ رمضان کی آخری دس راتیں سال بھر کی تمام راتوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن فضیلتِ عمل کے اعتبار سے سال کے باقی تمام ایام سے افضل ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَامِنْ أَيَّامِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ))

[بخاری : ٩٦٩۔ الترمذی : ٧٥٧ واللفظ له، أبو داوٗد : ٢٤٤٠]

”(سال کے دنوں میں سے) کوئی دن ایسے نہیں ہیں کہ ان میں کیا جانے والا عمل صالح اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں (میں کیے جانے والے عمل صالح) سے زیادہ محبوب

ہو۔ لوگوں نے کہا اور جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، مگر (اس) آدمی (کا جہاد) جو اپنی جان اور مال لے کر نکلا اور اس میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوٹا (شہید ہوگیا)۔"

یعنی ان دنوں کی نماز باقی دنوں کی نماز سے، ان دنوں کا روزہ باقی دنوں کے روزہ سے، ان دنوں کا ذکر باقی دنوں کے ذکر سے، ان دنوں کا صدقہ باقی دنوں کے صدقہ سے اور ان دنوں کا جہاد باقی دنوں کے جہاد و قتال سے اللہ کے ہاں فضیلت میں بہت زیادہ ہے۔ المختصر ان دنوں میں کیے جانے والے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر محبوب ہیں کہ سال کے باقی تمام دنوں میں کیے جانے والے عمل ان کی فضیلت کا کسی صورت مقابلہ نہیں کر سکتے۔ صرف ایک عمل ایسا ہے جو ان دنوں میں کیا جائے یا سال کے باقی دنوں میں سے کسی دن میں، اللہ کے ہاں اس کی قدر و منزلت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ وہ ہمیشہ ہی فضیلت میں سب سے بالا ہے۔ بقول شاعر......

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

وہ عمل اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ نکلنا اور اللہ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر کے شہادت کا رتبہ پا جانا ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارے اکثر مسلمانوں کو ذوالحجہ کے ان بابرکت ایام کی فضیلت کا علم و ادراک ہی نہیں ہے اور وہ ان مبارک ترین ایام کو جنھیں نبی ﷺ نے "أَفْضَلُ أَيَّامِ الدُّنْيَا" قرار دیا ہے [صحيح الجامع الصغير للألباني : ١١٣٣] اپنی غفلت اور لاعلمی کی وجہ سے یونہی ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

عشرۂ ذی الحجہ میں کرنے والے کام

ان فضیلت والے ایام میں کوشش کریں کہ اللہ کی جنت تک لے جانے والا ہر عمل سرانجام دیا جائے اور اللہ کے غضب و غصہ کو دعوت دینے والا ہر حرام عمل چھوڑ دیا جائے۔ اس نیت کے

ساتھ کہ پوری زندگی عمل بد سے کنارہ کریں گے اور عمل صالح کی طرف مسارعت اور جلدی کو اپنی عادت ثانیہ بنالیں گے۔ ذیل میں چند ایک اعمال (جن کی طرف ہمیں بالخصوص توجہ کرنی چاہیے) کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے عملوں کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین!

① اصلاحِ عقیدہ

اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عمل تب تک شرف قبولیت نہیں پاتا، جب تک عمل کرنے والا شخص کفر و شرک سے پاک، صحیح العقیدہ نہ ہو۔ عقائد کا فساد ہمارے معاشرہ میں عام ہے۔ ہر مسلم، جنت کے خواہش مند کو چاہیے کہ وہ قرآن و سنت کا مطالعہ کرے، علماء حق کے پاس جا کر تحقیق کرے اور پڑتال کرے کہیں اس کا عقیدہ کفر و شرک اور بدعت سے پراگندہ تو نہیں؟ اگر ایسی کوئی بات ہے تو اس کی اصلاح کر لے۔ یاد رکھیے! کفر و شرک اللہ تعالیٰ کے ہاں نا قابل معافی جرم ہیں اور کافر و مشرک کا ہر عمل اللہ رب العزت کے ہاں باطل و مردود ہے۔ (دیکھیے سورۃ النساء: ۴۸، الانعام: ۱۳۸۔ الکہف: ۱۰۵، الزمر: ۶۵، محمد: ۳۲)۔

② اقامتِ صلاۃ

ہمارے بہت سے بھائی اور بہنیں نماز قائم کرنے کے معاملہ میں سستی کا شکار ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مسلسل ترک نماز کے باوجود ان کے اسلام اور ایمان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، جبکہ حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَ الرَّجُلِ وَ بَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ)) [صحیح مسلم : ۸۲]

''کہ آدمی اور کفر و شرک کے درمیان (فرق کرنے والی چیز) نماز چھوڑنا ہے۔''

ایک حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ)) [ترمذی : ۲۶۲۱۔ نسائی : ٤٦٤]

''جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔''

ایک مسلمان کو چاہیے کہ فرائض کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ نوافل کا خصوصی اہتمام کرے۔ بالخصوص ان دس دنوں میں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ))

[مسلم: ۷۲۸۔ أبو داؤد: ۱۲۵۰۔ ترمذی: ۴۱۵۔ نسائی: ۱۷۹۹۔ ابن ماجہ: ۱۱۴۱]

''جس نے دن رات میں بارہ رکعتیں (نفل وسنن) ادا کیں اس کے لیے ان کے بدلہ میں جنت میں گھر بنا دیا جائے گا۔''

دوسری روایت میں آپ نے ان رکعتوں کی تفصیل یوں بیان کی، فرمایا۔

((أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ)) [ترمذی: ۴۱۵۔ نسائی: ۱۷۹۵]

چار رکعات ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت فجر سے پہلے۔''

اپنے آپ پر لازم کر لیں کہ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کی جائیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَ عِشْرِينَ دَرَجَةً))

[بخاری: ۶۴۵۔ مسلم: ۶۵۰]

''باجماعت نماز پڑھنا، اکیلے نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔''

صرف باجماعت ہی نہیں بلکہ امام کی تکبیر اولیٰ (تکبیر تحریمہ) کے ساتھ ملنے کی عادت بنا لیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى لِلّٰهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى كُتِبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ: بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ)) [ترمذی: ۲۴۱]

''جو شخص اللہ کے لیے چالیس دن اس طرح باجماعت نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ سے

ملے، اس کے لیے دو آزادیاں لکھ دی جاتی ہیں: ① جہنم سے آزادی۔ ② نفاق سے آزادی۔"

③ انفاق فی سبیل اللہ (سخاوت)

اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کی علامات میں سے ایک بڑی علامت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ صاحب نصاب ہونے کی صورت میں فرض زکوٰۃ کی ادائیگی کے بغیر تو ایمان و اسلام ہی مشکوک ہے۔ جبکہ ایک متقی، مومن آدمی ہر وقت اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے اس کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قرضِ حسنہ سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً﴾

[البقرۃ : ۲۴۵]

"کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے۔"

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ بندے کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((أَنْفِقْ یَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَیْكَ)) [بخاری : ۵۳۵۲۔ مسلم : ۹۹۳]

"اے آدم کے بیٹے! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔"

ہمیں ان دس دنوں کو سنہری موقع سمجھتے ہوئے اللہ کی راہ میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مال خرچ کرنا چاہیے۔ یقین جانیے کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((ما نقصت صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ)) [مسلم : ۲۵۸۸]

"صدقہ کسی مال کو کم نہیں کرتا۔"

اور آپ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔"

[ترمذی : ۶۱۴]

قرآن مجید (سورۃ التوبۃ:۶۰) میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ و صدقات کے مندرجہ ذیل آٹھ (۸)

مصارف بیان فرمائے ہیں:

① فقراء۔ ② مساکین۔ ③ عاملین صدقات۔ ④ مؤلفة القلوب۔ ⑤ گردنوں کی آزادی۔ ⑥ تاوان زدہ لوگ۔ ⑦ مجاہدین فی سبیل اللہ۔ ⑧ مسافر۔

موجودہ حالات میں جبکہ عالم کفر متحد ہو کر اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہے اور اس کے مقابلہ میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے علاوہ مسلمانوں کی کوئی قوت کھڑی نہیں ہے اور مجاہدین کے پاس مسلمانوں کے صدقات، خیرات اور زکوٰۃ وعشر کے علاوہ تیاری اور بجٹ کی فراہمی کا کوئی اور وسیلہ بھی نہیں ہے۔ اس بات کی ضرورت و اہمیت کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ ہم اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے اپنی تمام تر صلاحتیں اور صدقات ''فی سبیل اللہ'' کی مد میں ہی خرچ کریں۔ کیونکہ اہل علم کا فیصلہ ہے کہ اگر ایک طرف فقراء و مساکین ہوں اور ایک طرف غازیانِ اسلام کو ضرورت ہو تو مجاہدین کی مدد کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ ان کی شکست کی صورت میں فقر و مسکنت کے ساتھ کفار کی غلامی کی ذلت اور اسلام کی بے حرمتی کی مصیبت بھی جمع ہو جائے گی۔

روزہ

عام مسلمان نفل نماز کا تو کچھ نہ کچھ اہتمام کرتا ہی ہے۔ لیکن نفلی روزہ کا اہتمام عموماً نہیں کیا جاتا۔ نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ نفلی روزے کثرت سے رکھا کرتے تھے۔ عشرۂ ذی الحجہ کے پہلے نو دن اس لحاظ سے خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ امہات المومنین میں سے ایک مومنوں کی ماں رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ)) [أبو داوٗد: ٢٤٣٧۔ نسائی: ٢٣٧٤]

''نبی ﷺ ذوالحجہ کے (پہلے) نو دن، یوم عاشوراء اور ہر مہینے کے تین دن روزہ رکھا کرتے تھے۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چار کام نبی ﷺ کبھی

نہیں چھوڑتے تھے، عاشوراء کا روزہ، ذوالحجہ کے پہلے عشرہ (یعنی ۹ دن) کے روزے، ہر مہینے سے تین دن کے روزے اور نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں۔"

[سنن نسائی : ٢٤١٨، الشیخ زبیر علی زئی ﷾ نے اسے حسن قرار دیا ہے]

اگر کوئی مسلمان پورے تو دنوں کا روزہ نہ رکھ سکے تو جتنے دن ممکن ہو اتنے دنوں کا روزہ رکھ لے اور اگر بالکل ہی روزہ رکھنے سے عاجز ہو جائے تو "یوم عرفہ" یعنی ۹ ذوالحجہ کا روزہ ضرور رکھے کیونکہ نبی ﷺ کا اس کے متعلق ارشاد ہے، فرمایا:

((صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ)) [مسلم : ١١٦٢]

"کہ عرفہ کے دن (۹ ذوالحجہ) کا روزہ، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اسے ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ بنا دے گا۔"

تکبیر و تہلیل و تحمید

قرآن مجید میں اللہ نے ان دس دنوں میں اپنا ذکر کرنے کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا:

﴿ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ ﴾ [الحج : ٢٨]

"اور چند معلوم دنوں میں وہ اللہ کا نام ذکر کریں۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ایام معلومات سے مراد عشرہ ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ (بخاری قبل الحدیث: ۹۶۹)

اور یہی تفسیر سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ تفسیر مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، حسن، قتادہ، ضحاک، ابراہیم نخعی وغیرہم رحمہم اللہ نے بیان فرمائی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/۴۱۵)

مسند احمد کی صحیح روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے عشرۂ ذوالحجہ کی عظمت اور فضیلت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

((فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ))

[مسند أحمد : ١٣١/٢، ح : ٦١٥٩]

''تم ان دنوں میں کثرت سے تہلیل (لا الٰہ الا اللہ)، تکبیر (اللہ اکبر) اور تحمید (الحمد للہ) کہو۔''

ان ایام میں اللہ رب العزت کا اپنے ذکر کا حکم دینا اور نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ذکر بالخصوص تہلیل وتکبیر وتحمید کا حکم دینا ان دنوں میں اللہ کے ذکر کی اہمیت وتاکید کو خوب واضح کرتا ہے۔ چنانچہ اصحابِ رسول ﷺ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے ان دنوں میں بڑے ذوق و شوق سے اپنے گھروں، مسجدوں اور بازاروں میں اللہ کے ذکر کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایام عشر کی فضیلت والی حدیث سے قبل تعلیقاً ذکر فرمایا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان دس دنوں میں بازاروں میں نکل جاتے اور بلند آواز سے تکبیریں کہتے، انھیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی تکبیرات کہنا شروع کر دیتے۔ (صحیح بخاری قبل الحدیث: ۹۶۹)

بعض اہل علم نے اس میں ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ کثرت سے بآواز بلند تکبیرات وغیرہ کہہ کر اپنے علاقوں میں مقیم حضرات حجاج کرام کی مشابہت کا شرف پا لیتے ہیں کہ وہ بھی ان دنوں بلند آواز سے تلبیہ اور تکبیرات کہہ رہے ہوتے ہیں۔ (موسم التجارۃ الرابحۃ للدکتور عبد العزیز بن فوزان ص ۸)

سو ہمیں بھی ان دنوں میں اور ایام تشریق میں یعنی یکم ذوالحجہ سے لے کر تیرہ ذوالحجہ تک بکثرت اللہ کے ذکر یعنی تکبیر، تہلیل اور تحمید کا اہتمام کرنا چاہیے۔

ذکر کے لیے اوقات تو سارے ہی بابرکت ہیں لیکن اگر کوئی شخص نمازِ فجر کی باجماعت ادائیگی کے بعد طلوع شمس تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہے اور پھر دو رکعت (اشراق) ادا کرتا ہے اسے نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق پورے حج اور عمرہ کا اجر مل جاتا ہے۔ (ترمذی: ۵۸٦)

اعمال صالحہ

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان بابرکت ایام میں کیا جانے والا عمل صالح اللہ تعالیٰ کے نزدیک

سال کے باقی تمام دنوں میں کیے جانے والے عمل سے زیادہ محبوب اور زیادہ فضیلت والا ہے۔

سو آئیے! یہ سنہری وقت ضائع نہ کیجیے، اسے غنیمت سمجھیے اور کوئی بھی نیکی جو آپ کر سکتے ہیں، بغیر کسی تاخیر کے، کر گزریئے اور...... لیکن ذرا رکیے! پہلے اپنا ذریعہ آمدن دیکھ لیں! کہیں وہ حرام تو نہیں؟ کیونکہ رزقِ حرام سے پلا گوشت جہنم کے زیادہ لائق ہوتا ہے۔ (ترمذی: ۶۱۴) اور رزق حرام دعاؤں اور اعمال کی قبولیت سے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ (ترمذی: ۲۹۸۹) حرام چھوڑیئے! سود، رشوت، چوری، جھوٹ، دھوکا، فراڈ، ظلم اور غصب کی کمائی سے اپنا ہاتھ روک لیجیے۔

- قرآن مجید کی تلاوت ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ کیجیے...... ان دس دنوں میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید ضرور ختم کریں۔ قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق روزانہ تین پارے تلاوت کرنے سے آپ روزانہ کی بنیاد پر کم از کم 5 لاکھ نیکیاں کما سکتے ہیں۔
- یقیناً دعا عبادت ہے۔ (ابوداؤد: ۱۴۷۹) اور اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز معزز و مکرم نہیں ہے۔ (مسند أحمد: ۸۷۶۹) سو ان دنوں میں بہت زیادہ دعائیں مانگیے! خاص طور پر اذان اور اقامت کے درمیان اور افطار کے وقت کہ ان اوقات میں دعا رد نہیں ہوتی۔ صبح و شام کے اذکار میں موجود سستی دور کر لیں، رات سونے، صبح اٹھنے، کھانا کھانے سے پہلے، کھانا کھانے کے بعد، بیت الخلاء میں جاتے وقت، نکلتے وقت...... الغرض! معمولات زندگی سے ہر موقع کی دعا یاد کر کے ان سب کے پڑھنے کا اہتمام کریں۔ [1]

آپ کے والدین اگر اللہ کے فضل سے زندہ ہیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کر کے آپ اللہ کی جنت میں اپنا داخلہ آسان بنا سکتے ہیں۔ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اللہ تعالیٰ کو بہت

[1] ''حصن المسلم'' یہ عالمگیر مقبولیت کی حامل دعاؤں کی پاکٹ سائز کتاب ہے۔ اس کے علاوہ ادارہ ''دارالاندلس'' نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صبح و شام کے اذکار، نماز کے بعد کے اذکار وغیرہ پاکٹ سائز کارڈز کی شکل میں بھی طبع کیے ہیں۔ اپنی جیب میں رکھیں اور ہر موقع کی دعا پڑھنے کی عادت بنا لیں۔

محبوب ہے۔ اس کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ اپنی دوستیاں اور دشمنیاں اللہ کے دین کی بنیاد پر استوار کر کے اپنا ایمان مکمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

توبہ واستغفار

قارئین کرام! آیئے، اپنے پیدا کرنے والے، انتہائی رحیم وکریم رب کی طرف رجوع کریں، استغفار اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب عمل ہے، کسی بھی بندے کے توبہ کرنے سے وہ بے انتہا خوش ہوتا ہے۔ (بخاری: ۶۳۰۸) معاف کرنے کو وہ بہت پسند کرتا ہے۔ (ترمذی: ۳۵۱۳) خالص توبہ سے وہ پچھلے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ: ۴۲۵) وہ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کر لے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو جرم کرنے والا توبہ کر لے۔ (مسلم: ۲۷۵۹) اب دیر نہ کیجیے۔ رک جایئے! گناہ سے، باز آ جایئے! نافرمانی سے، توبہ کر لیجیے! اس کی بغاوت سے، جھک جایئے! اپنے پیدا کرنے والے رب کی جناب میں، اعتراف کیجیے! اپنے گناہوں کا، تر کیجیے! آنسوؤں سے اپنی آنکھوں کو، واسطہ دیجیے اس کو اس کی رحیمی، کریمی اور مغفرت کا، گناہوں کی روش پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا عزم صمیم کیجیے، اپنی اصلاح کر کے اس کے پیارے بندوں میں شامل ہو جایئے۔ حقیقی مستقبل کو شاندار بنانے کے لیے سچی توبہ کرتے ہوئے اس کی جنت میں محل محفوظ کروا لیں۔ کیا خبر زندگی کے یہ آخری ایام ہوں؟ موت کا نقارہ کب بج جائے؟ سستی چھوڑیے، جلدی کیجیے، کہیں یہ مہلت ختم نہ ہو جائے!!

جہاد فی سبیل اللہ

آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان ایام میں کیے جانے والے عمل صالح کو سال کے باقی سب دنوں کے عمل صالح سے زیادہ محبوب وافضل قرار دیا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سارے اعمال میں سے سب سے پہلے جس عمل کے متعلق سوال کیا وہ عمل ''جہاد'' ہی تھا۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک کسی بھی مسلمان کے سب عملوں سے بڑا اور افضل

عمل ''جہاد فی سبیل اللہ'' تھا اور کیوں نہ ہوتا خود نبی ﷺ سے جب پوچھا گیا:((أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ ؟)) ''کہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے'' تو آپ کا جواب تھا((اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهٖ ؟))''اللہ پر ایمان اور اس کی راہ میں جہاد'' (بخاری: ۲۵۱۸۔ مسلم: ۸۴)'' اور جب آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ((أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ ؟)) ''لوگوں میں سب سے زیادہ فضیلت والا آدمی کون سا ہے؟'' تو آپ کا جواب تھا:((مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ))'' وہ آدمی جو اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔'' (بخاری: ۲۷۸۶۔ مسلم: ۱۸۸۸)'' اور جب جہاد کی فضیلتیں اور مجاہدین کے درجات کی بلندیوں کے تذکرے سن، سن کر ایک سوال کرنے والے صحابی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ((دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ)) ''مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے! جو فضیلت میں جہاد کے برابر ہو۔'' تو آپ ﷺ نے جواب دیا: '' لَا أَجِدُهٗ '' ''میں اعمال میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا جو اللہ کے ہاں اجر میں جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو۔'' (بخاری: ۲۷۸۵)

سو ان دس دنوں میں دوسرے اعمال کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے عمل میں وقت صرف کیجیے۔ کفار کے خلاف معرکہ آرائی زوروں پر ہے۔ اپنی جان اور اپنا مال جہاد فی سبیل اللہ میں پیش کرتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ سے ''افضل الناس'' کا ایوارڈ حاصل کریں۔ مجاہدین کے ساتھی بن کر اپنا یہ سنہری وقت جہاد کی دعوت، جہاد کے عمل اور مجاہدین کے لیے وسائل اکٹھا کرنے میں صرف کر دیجیے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان دنوں معرکہ آرائی کا موقع دیں تو جہادی کارروائی میں شریک ہو کر شہادت کے اعزاز کو حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مجاہد بندوں میں شامل فرما لے اور شہادت جیسی نعمت عظمیٰ نصیب فرمائے۔ آمین!

مسائل عیدین

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور دین فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی فطرت کے پیش نظر انھیں سال میں خوشی منانے کے دو مواقع عطا فرمائے ہیں:(أ)عیدالفطر (ب) عیدالاضحیٰ اور ان دونوں خوشی کے تہواروں پر بھی انسانوں کو اپنی من مانی کے لیے آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ بلکہ ان دونوں تہواروں سے متعلقہ احکام و مسائل کو پوری تفصیل کے ساتھ کتاب و سنت میں بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کا خوشی، جشن اور تہوار منانا بھی عند اللہ ان کے درجات کی بلندی کا سبب بن جائے۔ ذیل میں ہم عیدین سے متعلق احکام و مسائل مختصراً ذکر کرتے ہیں تاکہ عام مسلمانوں کو ان پر عمل کرنے میں آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عید کے دن غسل کرنا، خوشبو لگانا اور مسواک کرنا

عید کے دن غسل کرنا، خوشبو لگانا اور مسواک کرنا مستحب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کے بارے میں فرمایا: " إِنَّ هَذَا يَوْمُ عِيدٍ ، جَعَلَهُ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ ، وَإِنْ كَانَ طِيبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ ، وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ " "کہ یہ عید کا دن ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ پس جو شخص جمعہ پڑھنے آئے، اسے چاہیے کہ غسل کرے، اور اگر خوشبو میسر ہو تو لگا لے اور تم مسواک کو لازم کر لو۔" (سنن ابن ماجہ : ۱۰۹۸) اس حدیث میں جمعہ کے دن غسل کرنے، مسواک کرنے اور خوشبو لگانے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ عید کا دن ہے تو عید کے دن ان تینوں اعمال کا بجا لانا نسبتاً اور زیادہ مؤکد و مستحب ہو گا۔

نمازِ عید سے قبل کھانا پینا

❁ عید الاضحیٰ کے دن نماز عید ادا کرنے سے قبل کچھ بھی کھانا خلاف سنت ہے۔ بریدہ بن

حصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ)) [سنن الترمذی : ٥٤٢]

''کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن (عید کے لیے) نہ نکلتے تھے یہاں تک کہ (کچھ) کھا لیتے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز عید کی ادائیگی سے قبل نہیں کھاتے تھے۔''

نماز عید باہر کھلے میدان میں ادا کرنا

نمازِ عید مسجد میں ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، آپ اپنی مسجد (مسجد نبوی) کو چھوڑ کر جس میں ایک نماز مسجد حرام کے سوا دوسری مساجد میں پڑھی جانے والی ایک ہزار نماز سے افضل ہے۔ (بخاری: ۱۱۹۰۔ مسلم: ۱۳۹۴) کھلے میدان میں عید کی نماز ادا کرنے کے لیے نکلتے تھے۔ (بخاری: ۹۵۶)

نمازِ عید کے لیے نہ اذان کہی جائے گی نہ اقامت

چنانچہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ)) [مسلم: ۸۸۷]''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز ایک دو مرتبہ نہیں (بلکہ متعدد مرتبہ) بغیر اذان و اقامت کے پڑھی۔''

نماز عید سے پہلے یا بعد نوافل

نمازِ عید سے قبل یا بعد، عیدگاہ میں کسی قسم کے نوافل وغیرہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْعِيدِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا ، وَلَا بَعْدَهَا)) [بخاری : ٥٨٨٣]

''کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن عید کی دو رکعت نماز پڑھائی۔ آپ نے اس سے پہلے یا بعد کوئی نماز نہیں پڑھی۔''

نمازِ عید کا وقت

❁ نمازِ عید کا وقت سورج نکلنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے، نماز عید کے تاخیر سے پڑھنے پر صحابی رسول عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا:

((إِنَّا كُنَّا قَدْ فَرَغْنَا سَاعَتَنَا هٰذِهِ))

''ہم تو اس وقت فارغ بھی ہو چکے ہوتے تھے۔'' راویٔ حدیث فرماتے ہیں کہ وہ نماز چاشت کا وقت تھا۔ (ابو داؤد : ۱۱۳۵) بالخصوص عید الاضحیٰ کے دن سورج نکلنے کے بعد سب سے پہلا کام ''نماز عید کی ادائیگی'' ہی ہونا چاہیے۔ نبی ﷺ نے اس دن کے بارے میں فرمایا:

((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا)) [بخاری : ۹٦۸۔ مسلم : ۱۹٦۱]

''یقیناً پہلا کام جس سے ہم اپنے اس دن کا آغاز کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر واپس جا کر قربانی کرتے ہیں، سو جس شخص نے یہ کیا اس نے ہماری سنت کو پا لیا۔''

عید گاہ میں سب مسلمان مردوں، عورتوں کا حاضر ہونا

❁ عید گاہ میں تمام مسلمان حاضر ہوں گے، مرد تو مرد، مسلمان عورتیں حتیٰ کہ حالت حیض والی عورتیں بھی عید گاہ میں پہنچیں گی۔ صحابیہ رسول ﷺ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى، الْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ))

''کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم عورتوں کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں (عید گاہ کی طرف) نکالیں، نوجوان لڑکیوں، حیض والی عورتوں اور پردہ نشین خواتین کو بھی، لیکن حیض والی عورتیں نماز سے الگ رہیں اور وہ خیر اور مسلمانوں کی

دعا میں شریک ہوں۔"

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سوال کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کسی ایک کے پاس اوڑھنی (جلباب) نہ ہو (تو وہ کیا کرے؟) آپ نے فرمایا:

((لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)) [بخاری: ۳۵۱۔ مسلم:۱۲/۸۹۰ واللفظ لمسلم]

"اس کی بہن اسے اپنی چادر میں سے کچھ اوڑھا دے۔"

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حیض والی عورتیں لوگوں کے پیچھے ٹھہریں گی اور ان کے ساتھ تکبیریں کہیں گی۔ [مسلم : ۱۱/۸۹۰]

عید گاہ جانے والی عورتوں کے لیے ہدایات

عید گاہ میں جانے والی عورتوں کو گھروں سے اچھی طرح باپردہ ہو کر نکلنا چاہیے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس عورت کو جس کے پاس جلباب (اوڑھنی وغیرہ) نہیں ہے۔ اس کو بھی اوڑھنی کے بغیر بے پردہ حالت میں عید گاہ جانے کی اجازت نہیں دی۔ تو جس عورت کے گھر کی دیواروں، کھڑکیوں اور دروازوں پر بیش قیمت پردے لٹک رہے ہوں اور وہ خود ننگے منہ، ننگے سر، بے پردہ عید گاہ کی طرف نکلے تو یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اسی طرح عورتوں کے لیے خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنا بھی حرام ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوا مِنْ رِيحِهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ))

"کہ جو بھی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تا کہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ عورت زانیہ (بدکارہ) ہے۔" [سنن نسائی : ۵۱۲۹]

نمازِ عید کے لیے آتے جاتے راستہ بدلنا اور تکبیرات کہنا

نمازِ عید کے لیے آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا مسنون ہے۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ))

[صحیح بخاری : ۹۸۶]

"عید گاہ آنے جانے کا فاصلہ تکبیرات کہتے ہوئے طے کرنا چاہیے، مرد بھی تکبیرات کہیں گے اور عورتیں بھی۔ ہاں ! اگر فتنہ کا خدشہ ہو تو عورتیں آہستہ آواز سے تکبیرات کہیں گی۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ لوگوں کا مل کر تکبیرات کہنا سنت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے۔"

نمازِ عید اور سترہ

عید گاہ میں نمازِ عید کے دوران امام کے سامنے "سترہ" کا اہتمام کیا جائے گا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

((انَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّى إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ))

[بخاری : ٤٩٤۔ مسلم : ٥٠١]

"کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن (نمازِ عید کے لیے) نکلتے تو برچھی (چھوٹے نیزے) کے متعلق حکم دیتے، اسے آپ کے آگے گاڑ دیا جاتا پھر آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھاتے جبکہ لوگ آپ کے پیچھے ہوتے۔"

عید کی نماز کا طریقہ

عید کی نماز دو رکعات پر مشتمل ہے اس کا طریقہ عام نماز کی طرح ہی ہے۔ البتہ اس کی پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات قراءت سے پہلے زائد کہی جاتی ہیں۔

[سنن ابن ماجه : ١٢٧٧]

تکبیرات زائدہ میں رفع الیدین

ہر زائد تکبیر کہتے ہوئے رفع الیدین کرنا چاہیے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ ...... وَيَرْفَعُهُمَا فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ يُكَبِّرُهَا قَبْلَ الرُّكُوعِ)) [أبو داؤد : ٧٢٢]

''کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے برابر تک ہاتھ اٹھاتے، پھر تکبیر کہتے...... اور رکوع سے پہلے کہی جانے والی ہر تکبیر میں آپ رفع الیدین کرتے تھے۔''

اور یہ بات معلوم ہے کہ عید کی نماز میں کہی جانے والی تکبیرات زوائد رکوع سے قبل ہیں۔ اس لیے ان سب میں رفع الیدین کی جائے گی۔

نمازِ عید میں قرأت بلند آواز سے کریں

عیدین کی نماز میں امام بلند آواز سے قرأت کرے گا۔ نبی ﷺ سورۃ الفاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں ''سورۃ الاعلیٰ'' جبکہ دوسری رکعت میں ''سورۃ الغاشیۃ'' کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (مسلم: ۸۷۸) اسی طرح پہلی رکعت میں ''سورۃ ق'' اور دوسری رکعت میں ''سورۃ القمر'' کی تلاوت بھی نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ (مسلم: ۸۹۱)

خطبۂ عید اور منبر کریں

عید کے دن عید گاہ میں منبر منگوانا یا منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے...... ! نمازِ عید پڑھانے کے بعد امام لوگوں کی طرف رخ کر کے زمین پر کھڑا ہو کر عید کا خطبہ دے گا اور لوگ خطبہ سننے کے لیے اپنی صفوں میں بیٹھے رہیں گے۔ (بخاری: ۹۵۶)

عید کے دن کیے جانے والے کاموں کی ترتیب کریں

عید کے دن عید گاہ میں سب سے پہلے نماز عید ادا کی جائے گی۔ اس کے بعد امام خطبہ دے گا اور وعظ و نصیحت کرے گا۔ اس کے بعد اگر امیر کوئی لشکر جہاد کے لیے نکالنا چاہے تو نکالے گا۔ نمازِ عید کی ادائیگی سے پہلے خطبہ اور وعظ و نصیحت خلافِ سنت ہے۔ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلٰى صُفُوفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ

كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ »

''کہ نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف نکلتے، تو سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے، نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے، جبکہ لوگ اپنی اپنی صفوں پر بیٹھے رہتے، آپ انھیں وعظ ونصیحت فرماتے اور (نیکی کا) حکم دیتے۔ پھر اگر آپ کوئی لشکر تشکیل دینا چاہتے تو اسے الگ فرماتے یا کسی چیز کے بارے حکم فرمانا چاہتے تو حکم فرما دیتے۔'' [بخاری : ٩٥٦]

عید کا خطبہ

عید کا خطبہ ایک ہی ہے۔ جمعہ کے دو خطبوں کی طرح عید کے بھی دو خطبے دیے جائیں گے، نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ہاں اگر امام ضرورت محسوس کرے یا سمجھے کہ شاید عورتوں تک آواز نہ پہنچی ہو گی۔ تو عورتوں کو علیحدہ سے جا کر وعظ ونصیحت کر سکتا ہے۔

[مسلم: ٨٨٤]

عید کی مبارک باد

عید کی نماز کے بعد ایک دوسرے کو معانقہ کرنے اور مبارکباد دینے کے الفاظ کے متعلق میرے علم کے مطابق نبی ﷺ سے تو کچھ ثابت نہیں ہے۔ ہاں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ جب وہ عید کے دن ایک دوسرے کو ملتے تو ایک دوسرے کو '' تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ '' کے کلمات کے ساتھ مبارک باد دیتے تھے۔ (فتح الباری: ٢/٤٤٦)

قربانی

نمازِ عید کی ادائیگی کے بعد ہر صاحب استطاعت مسلمان اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے جدّ الأنبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عظیم سنت ''قربانی'' کو نبھاتے ہوئے اپنی وسعت کے مطابق جانور اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی یہ سنت درحقیقت اس بات کا سبق دیتی ہے کہ مالک حقیقی، رب العالمین کو خوش کرنے کے لیے اس کے حکم پر دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت قربان کر دینا بھی کوئی گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔ بلکہ اس میں نفع ہی نفع ہے۔

ذرا غور تو کیجیے! بڑھاپے کی عمر ہے، اعلانِ توحید کی بنیاد پر پوری دنیا سے مقابلہ اور دشمنی ہے۔ اذیتوں، تکلیفوں، سازشوں اور ہجرتوں جیسے کتنے ہی امتحانوں سے گزرنے والا، اپنے رب کا مخلص بندہ ابراہیم اپنے رب سے مانگ کر ایک بیٹا لیتا ہے۔ اکلوتا بیٹا زندگی کا ابتدائی سفر طے کرتے کرتے جب باپ کے ساتھ بھاگ دوڑ کے قابل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اور آزمائش سامنے آ جاتی ہے، حکم ہوتا ہے کہ اپنے لاڈلے فرزند کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں۔ ابراہیم علیہ السلام اس حکم پر حیلے بہانے بنا کر جان چھڑانے کی بجائے عمل کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور دوسری طرف بیٹے کی عظمت کی انتہا دیکھو کہ بیٹا بھی باپ کے ساتھ پوری طرح سرتسلیم خم کر چکا ہے۔ اور کہہ رہا ہے:

﴿يَٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ اللَّهُ مِنَ الصَّٰبِرِينَ﴾ [الصافات: ۱۰۲]

اے میرے والد محترم! آپ کو جس چیز کا حکم دیا جا رہا ہے، آپ اسے کر گزریے، میری فکر مت کیجیے، اگر اللہ نے چاہا تو آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

سبحان اللہ! باپ ذبح کرنے کو تیار، بیٹا ذبح ہونے کو تیار!!! کس کی خاطر؟ کسے خوش کرنے کے لیے؟ کس کا حکم پورا کرنے کے لیے؟ کس کی رضا حاصل کرنے کے لیے؟ صرف ایک اللہ کی خاطر، صرف اسے خوش کرنے کے لیے، صرف اس کی رضا کو سب دولتوں سے بڑی

دولت سمجھ کر حاصل کرنے کے لیے۔

محترم قارئین! ذرا سوچیے! آج ہم جانوروں کی قربانی تو بابا ابراہیم علیہ السلام کی سنت سمجھ کر بڑے دھوم دھڑکے سے کرتے ہیں، کیا ابراہیم علیہ السلام کی سنت یہ ہے کہ جانور ذبح کرو، اپنے پیٹ بھرو، خود کھاؤ اور اپنے دوست احباب، رشتہ داروں کو کھلاؤ، لیکن تمھاری زندگی تمھاری خواہشات کی اسیر رہے، تمھارا عمل رحمٰن کی بجائے شیطان کو خوش کرتا رہے، تمھاری شکل و صورت، کردار و عمل، اٹھنا بیٹھنا، تجارت، کاروبار، سونا جاگنا، ثقافت وتمدن، سیاست و معاشرت، تعلیم و اقتصاد، تعلقات و معاملات، دوستیاں، دشمنیاں...... غرض! تمھاری زندگی کا ایک ایک معاملہ تمھاری من مانی پر مشتمل ہو، ذاتی مفادات کا اسیر ہو...... اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بغاوت پر مبنی ہو، اللہ کے دشمنوں کی دوستی اور محبت میں ڈوبا ہوا ہو......؟

نہیں، ہرگز نہیں! بلکہ ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی تو صرف ایک نکتے پر مشتمل ہے کہ ساری دنیا ناراض کر لو، لیکن اللہ تعالیٰ کو کبھی ناراض نہ کرنا، ساری دنیا سے لڑائی لے لو، لیکن اللہ سے لڑائی کا کبھی مت سوچنا، ساری دنیا کی بغاوت اور نافرمانی کا کچھ نقصان نہیں لیکن اللہ کی نافرمانی اور بغاوت سے بڑا نقصان کوئی نہیں، دنیا کی ہر نعمت، ہر آسائش قربان کر دینا، لیکن اللہ کی محبت کو قربان نہ کرنا...... اپنی زندگی کا ایک ایک عمل، ایک ایک حرکت، ایک ایک سانس اپنے اللہ کے نام کر دو۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾

[الأنعام: ١٦٢، ١٦٣]

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔“

یاد رکھیے! قربانی کا اصل فلسفہ ہی یہ ہے کہ دلوں میں تقویٰ، للّٰہیت اور اخلاص پیدا ہو جائے، جانور کا خون بہا کر اللہ کی راہ میں اپنا خون پیش کرنے کا شوق پیدا ہو جائے۔ ابراہیمی

جذبہ قربانی دلوں میں موجزن ہو جائے۔ اللہ کے دین کی حفاظت میں اللہ کا حکم سمجھ کر اپنی اولاد قربان کرنے، جہاد کے میدان سجانے اور شہادتوں کے تمغے حاصل کرنے پر طبیعتیں آمادہ ہو جائیں۔ دیکھیے، سوچیے! کیا جانور کا خون بہاتے وقت دل کی کیفیت اپنے مالک کی محبت میں اس تلاطم سے واقف ہوئی یا نہیں؟ کیا اللہ کی نافرمانیاں چھوڑ کر فرمانبرداری اپنانے پر طبیعت تیار ہوئی یا نہیں؟ کیا دل کی دنیا میں کوئی انقلاب محسوس ہوا یا نہیں؟ اور یاد رکھیے! اللہ رب العالمین کا اعلان ہے فرمایا:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ [الحج: ۳۷]

کہ ان جانوروں کے گوشت اور خون اللہ تک نہیں پہنچتے، نہ ہی وہ مطلوب ہیں۔ بلکہ اسے تو تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اور وہی اصل مطلوب ہے کہ تمھاری کیفیت قولاً وعملاً یہ ہو جائے:

﴿اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [الأنعام: ۷۹]

”بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، ایک (اللہ کی) طرف ہو کر اور میں مشرکوں سے نہیں۔“

اور تمھارا اپنی قوم قبیلہ، برادری، ملک حتیٰ کہ پوری دنیا کے کفار کے سامنے اعلان یہ ہو کہ

﴿اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾

”کہ اے دنیا والو! ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والے، تم سے اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ان تمام معبودوں سے بری ہیں، لاتعلق ہیں، ہم تمھیں نہ ماننے کا اعلان کرتے ہیں اور ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا ہے یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔“ [الممتحنة: ٤]

میرے محترم قارئین! حقیقت یہ ہے کہ قربانیوں کی اصل لذت اور حقیقی نتائج ہم تبھی حاصل کر پائیں گے جب جانور قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ ہم اپنے دلوں میں ابراہیمی اخلاص اور جذبات پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

مسائل قربانی

قربانی کا حکم

❁ قربانی ہر صاحب استطاعت پر لازم ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَ لَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا))

[سنن ابن ماجه : ۳۱۲۳ اس مرفوع حدیث کی سند کو علامہ البانی رحمہ اللہ اور الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے]

''کہ جس شخص کے پاس وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہرگز ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔''

اسی طرح جب نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انھوں نے جلدی کرتے ہوئے نماز عید سے پہلے ہی اپنے جانور قربان کر دیے ہیں تو آپ ﷺ نے انھیں ان جانوروں کی جگہ اور جانور قربان کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرٰى))

[صحيح بخاري : ۵۵۰۰۔ مسلم : ۱۹۶۰]

''کہ جس نے قربانی کا جانور عید کی نماز سے پہلے ذبح کر لیا ہے، وہ اس کی جگہ اور جانور ذبح کرے۔''

اسی طرح آپ نے اس دن کے معمول کے بارے میں اپنی سنت اور طریقہ واضح کرتے ہوئے فرمایا:

((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا)) [بخاري : ۹۶۸۔ مسلم : ۱۹۶۱]

''کہ یقیناً پہلا کام جس سے ہم اپنے اس دن کا آغاز کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم

(عید کی) نماز پڑھتے ہیں، پھر واپس جا کر قربانی کرتے ہیں، سو جس شخص نے یہ کیا، اس نے ہماری سنت کو حاصل کر لیا۔''

یعنی آپ کی سنت کو حاصل کرنے والا وہی شخص ہے جو عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے بعد قربانی کرتا ہے، ہاں! جس کے پاس گنجائش ہی نہیں، وہ صاحب استطاعت نہیں تو وہ دیگر عمومی دلائل کی بنیاد پر اس سے مستثنیٰ ہے۔

یاد رہے، یہاں صاحب استطاعت سے مراد صاحب نصاب نہیں ہے جس طرح کئی لوگوں کا خیال ہے کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہو اس پر قربانی فرض ہے۔ یہ خیال غلط ہے، نبی ﷺ سے اس بارہ میں کوئی دلیل ثابت نہیں ہے۔

قربانی کرنے والے کے لیے بالوں اور ناخنوں کا کاٹنا

❁ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد جانور قربانی کرنے تک، قربانی کرنے والے شخص کے لیے اپنے بالوں اور ناخنوں کا کاٹنا اور تراشنا حرام ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ)) [صحيح مسلم : ١٩٧٧]

''کہ جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص ارادہ رکھتا ہو کہ وہ قربانی کرے گا، تو لازم ہے کہ وہ اپنے بالوں اور ناخنوں سے رک جائے۔''

ایک دوسری روایت میں لفظ ہیں:

((فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّيَ))
[صحيح مسلم : ١٩٧٧]

''کہ وہ اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے کچھ بھی ہرگز نہ کاٹے، یہاں تک کہ وہ قربانی کر لے۔''

عشرۂ ذی الحجہ میں حجامت وغیرہ نہ کروانے کا حکم صرف قربانی کا ارادہ رکھنے والے افراد کے لیے ہے۔ چونکہ ایک گھر کے تمام افراد کی طرف سے ایک جانور کی قربانی کفایت کر جاتی

ہے۔اس لیے ایسی صورت میں یہ پابندی بھی تمام افرادِ خانہ پر عائد ہوگی۔

لمحہ فکریہ

بہت سارے بھائی ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے قربانی کرنے تک تو اس پابندی کا بحمد اللہ پوری طرح اہتمام کرتے ہیں۔لیکن قربانی کرنے کے بعد حجامت کرواتے ہوئے دوسرے بالوں کے ساتھ اپنی داڑھی بھی کٹوا یا منڈوا لیتے ہیں، انھیں اللہ کے لیے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ذوالحجہ کے ابتدائی دنوں میں انھوں نے داڑھی سمیت باقی بالوں اور ناخنوں کو کس کا حکم سمجھ کر نہیں کاٹا؟ یقیناً اللہ کے رسول ﷺ کا حکم سمجھ کر، تو پھر انھیں سوچنا چاہیے کہ کیا قربانی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے داڑھی مونڈھنے یا کاٹنے کی اجازت دی ہے؟ یقیناً نہیں، بلکہ آپ ﷺ کا حکم ہے آپ نے فرمایا:

((خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفِّرُوا اللِّحَى)) [صحیح بخاری : ٥٨٩٢]

''کہ مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھیوں کو بڑھاؤ۔''

دوسری روایت میں آپ کا فرمان یوں مذکور ہے، فرمایا:

((انْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى)) [بخاری : ٥٨٩٣]

''کہ مونچھوں کو اچھی طرح کاٹو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔''

ایک اور حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللِّحَى، خَالِفُوا الْمَجُوسَ))

[مسلم : ٢٦٠]

''کہ مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔''

ایک روایت میں نبی ﷺ نے داڑھی بڑھانے کو دس اعمال فطرت میں سے شمار کیا ہے۔ (مسلم: ٢٦١)

مذکورہ بالا روایات اور ان کے علاوہ اس حکم پر دلالت کرنے والی بیسیوں روایات یہ بات

واضح کرتی ہیں کہ مسلمانوں پر داڑھی بڑھانا فرض ہے اور اسے کٹوانا یا منڈوانا حرام ہے نیز اس میں کسی زمانے یا وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ ذوالحجہ کے ابتدائی دنوں میں کٹوائیں یا قربانی کے بعد، برابر کا جرم اور گناہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ مشرکوں، یہودیوں اور مجوسیوں کے ساتھ مشابہت ہے، بالوں کا مثلہ ہے ایسے بھائیوں سے گزارش ہے کہ وہ اللہ کے لیے اس سے باز آ جائیں، اللہ کے دشمنوں کا طریقہ چھوڑ کر انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت اپنا لیں۔ اسی میں خیر و فلاح پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

قربانی کے جانور کی عمر

تمام حالات میں قربانی کرتے ہوئے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری میں سے صرف ''مسنہ'' (دو دانتا) جانور ہی قربان کیا جائے گا۔ اس سے کم عمر کا جانور کفایت نہیں کرے گا۔ لیکن اگر دو دانتا جانور کے حصول میں دشواری پیش آ جائے کہ وہ مل ہی نہ رہا ہو یا مل تو رہا ہو، لیکن بہت مہنگا ہو۔ تو نبی ﷺ نے صرف دنبے، چھترے اور بھیڑ کی جنس میں سے ''جذعہ'' (کھیرا جانور) قربان کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے، فرمایا:

((لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ)) [مسلم: ١٩٦٣]

''کہ دو دانت والے کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی نہ کرو، مگر یہ کہ تم پر مشکل ہو جائے تو بھیڑ، چھترے، دنبے والی جنس سے ''جذعہ'' ذبح کر لو۔''

بھیڑ کے جذعہ (جس کو دشواری کی صورت میں دو دانتا جانور کی جگہ قربان کرنے کی مندرجہ بالا حدیث میں اجازت دی گئی ہے) کی عمر کے متعلق اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ صحیح ترین بات یہ ہے کہ جذعہ وہ ہے کہ جس کی عمر ایک سال پوری ہو چکی ہو، جمہور اہل علم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ (فتح الباری: ۵/۱۰)

یہاں یہ خیال رہے کہ اونٹ گائے اور بکری کی جنس میں سے کھیرا (جذعہ) کسی صورت

قربانی کے لیے جائز نہیں ہے۔ چاہے وہ خوب موٹا، تازہ، صحت مند اور گھر کا پالا ہوا ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ دو دانتا ہونا لازمی اور ضروری ہے، اس سلسلے میں پوری طرح خبر دار رہنا چاہیے اور جانور بیچنے والوں کی باتوں کا کسی صورت اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔

قربانی کے لیے موٹا، تازہ اور خوبصورت جانور

قربانی کا جانور خوبصورت موٹا، تازہ اور صحت مند ہونا چاہیے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب قربانی کا ارادہ کرتے تو دو بڑے بڑے، موٹے تازے، سینگوں والے، چتکبرے، خصی مینڈھے خریدتے (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۲) اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قربانی کے جانوروں کو (کھلا پلا کر) خوب موٹا تازہ کیا کرتے تھے۔[بخاری تعلیقاً قبل الحدیث: ۵۵۵۳]

خصی جانور کی قربانی

❀ خصی اور غیر خصی دونوں قسم کے جانور قربانی کیے جا سکتے ہیں۔ خصی ہونا عیوب میں شامل نہیں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث (ابن ماجہ: ۳۱۲۲) سے واضح ہے۔

قربانی سے مانع عیوب

❀ قربانی کا جانور خریدتے وقت خوب اچھی طرح دیکھ لینا چاہیے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہ ہو، عیب دار جانور خریدنے کے معاملہ میں کسی قسم کی نرمی یا رواداری سے کام نہیں لینا چاہیے کیونکہ اس پر بھی قربانی کی قبولیت کا دارومدار ہے۔ جو جانور اپنے عیوب کی وجہ سے قربانی نہیں کیے جا سکتے۔ نبی ﷺ نے ان کی تفصیل بیان فرما دی ہے، چنانچہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ ، وَ لَا نُضَحِّيَ بِشَرْقَاءَ ، وَلَا خَرْقَاءَ ، وَلَامُقَابَلَةٍ ، وَلَا مُدَابَرَةٍ))

[مسند أحمد: ۱/۱۲۸ رقم الحدیث: ۱۰۶۵]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانوروں کی) آنکھیں اور

کان اچھی طرح دیکھ لیا کریں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کا کان چرا ہوا ہو، یا اس کے کان میں سوراخ ہو یا اس کا کان اگلی جانب سے کٹا ہو، اور نہ ایسے جانور کی قربانی کریں کہ جس کا کان پچھلی جانب سے کترا ہوا ہو۔"

اسی طرح علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((انَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُضَحَّى بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ ، وَالْأُذُنِ)) [ابن ماجه : ٣١٤٥۔ أبو داؤد : ٢٨٠٥۔ ترمذی : ١٥٠٤]

"کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ٹوٹے سینگ والے اور کٹے ہوئے کان والے جانور کی قربانی کی جائے۔"

خیال رہے کہ بعض اوقات سینگ کے اوپر سے خول اتر جاتا ہے، نیچے سینگ بالکل صحیح سلامت ہوتا ہے، ایسا جانور اس ممانعت میں شامل نہیں ہے۔ لیکن اگر سینگ ٹوٹ چکا ہے، تھوڑا یا زیادہ، دیوار پر ٹکر مارنے سے، جانور کی اپنی ہی زنجیر میں سینگ پھنسنے سے، مالک کے مارنے سے، یا جانوروں کی باہم لڑائی میں، خریدنے سے پہلے یا بعد میں تو ایسے جانور کا قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

قربانی میں کفایت نہ کرنے والے جانوروں کی تفصیل ایک اور حدیث میں یوں مذکور ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جب سوال کیا گیا کہ قربانی کرتے ہوئے کس کس جانور کی قربانی جائز نہیں ہے؟ تو انھوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا:

((أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِي الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تَنْقَى)) [أبو داؤد : ٢٨٠٢ واللفظ له۔ ترمذی : ١٤٩٧۔ نسائی : ٤٣٧٤۔ ابن ماجه : ٣١٤٤]

"چار قسم کے جانور قربانی میں جائز نہیں ہیں یک چشم (کانا) کہ جس کا یک چشم ہونا واضح ہو، بیمار کہ جس کی بیماری نمایاں ہو، لنگڑا کہ جس کا لنگڑا پن واضح ہو اور ایسا لاغر، دبلا جانور کہ جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔"

خلاصۂ کلام یہ کہ مندرجہ ذیل عیوب والے جانوروں کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

1. جس کا کان کسی طرح بھی کٹا ہوا ہو یا اس میں سوراخ کیا گیا ہو۔
2. جس کا سینگ (تھوڑا یا زیادہ) ٹوٹ گیا ہو۔
3. کانا کہ جس کا کانا پن صاف معلوم ہو رہا ہو۔
4. بیمار کہ جس کی بیماری واضح محسوس ہو رہی ہو۔
5. لنگڑا کہ جس کا لنگڑا پن نمایاں ہو۔
6. انتہائی لاغر، کمزور، مریل، دبلا پتلا کہ جس کی ہڈیوں کا روغن اور گودا تک ختم ہو چکا ہو۔

قربانی کا وقت

قربانی کا وقت نمازِ عید کی ادائیگی کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ نمازِ عید کی ادائیگی سے پہلے جانور قربان کرنے کی صورت میں قربانی نہیں ہوگی۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ))

[صحيح بخاري : ٥٥٤٥۔ مسلم : ١٩٦١]

"جس شخص نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر لیا تو وہ تو صرف گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا ہے، قربانی میں سے کچھ نہیں ہے۔"

نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنے والے شخص کو اس قربانی کی جگہ نمازِ عید کے بعد دوسری قربانی کرنا ہوگی۔ [بخاري : ٥٥٦٢۔ مسلم : ١٩٦٠]

خیال رہے کہ اس معاملہ میں نبی ﷺ نے شہر یا دیہات میں کوئی تفریق نہیں فرمائی، کوئی شخص شہر میں ہے یا دیہات میں، قربانی تبھی بنے گی جب وہ عید کی نماز پڑھنے کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرے گا۔ یہ دعویٰ کہ دیہات یا گاؤں والے فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی کر لیں تو ان کی قربانی ہو جائے گی، غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس قسم کی کوئی تفریق یا ایسا کوئی حکم ثابت نہیں ہے۔

قربانی کے دن اور سب سے زیادہ فضیلت والا دن

قربانی عید الاضحیٰ کے دن (یعنی ۱۰ ذوالحجہ کو) کرنا بہت زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ کیونکہ عید کا دن ان ایام (ایام عشرہ) میں داخل ہے کہ جن میں کیا جانے والا نیک عمل اللہ کے نزدیک سال کے باقی تمام دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل سے زیادہ محبوب اور افضل ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا اپنا عمل بھی پہلے دن کا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے 100 اونٹ نحر کیے، اور سب کے سب پہلے دن یعنی 10 ذوالحجہ کو نحر کیے۔ (مسلم: ۱۲۱۸)

باقی جہاں تک قربانی جائز ہونے کی بات ہے تو سارے ایام تشریق (گیارہ، بارہ، تیرہ ذوالحجہ) قربانی کے دن ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ((كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ)) ”سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔“ [مسند أحمد : ٨٢/٤ رقم الحديث : ١٦٧٥٦۔ صحيح ابن حبان : ٣٨٥٤۔ سنن الدارقطني : ٤٧٥٨۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة : ٢٤٧٦]

خلاصۂ کلام یہ کہ ۱۰ ذوالحجہ کو نمازِ عید کی ادائیگی کے بعد قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے اور ۱۳ ذوالحجہ کو سورج غروب ہونے تک رہتا ہے۔

رات کے وقت قربانی

قربانی دن یا رات کسی وقت بھی کی جا سکتی ہے۔ رات کے وقت قربانی سے منع کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں ہے۔

سارے گھر والوں کی طرف سے قربانی

سارے گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کفایت کر جاتی ہے۔ گھر کے ہر فرد کی طرف سے الگ الگ قربانی کرنا ضروری نہیں ہے۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ قربانیاں کیسے کرتے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا:

((كَانَ الرَّجُلُ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِالشَّاةِ عَنْهُ، وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ)) [ترمذی : ١٥٠٥۔ ابن ماجه : ٣١٤٧]

''آپ ﷺ کے بابرکت دور میں آدمی اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی دیا کرتا تھا۔''

قربانی کرتے ہوئے اونٹ یا گائے میں شراکت

حج اور عمرہ کے موقع پر اونٹ اور گائے کی قربانی (ھدی) میں سات، سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ حج کے لیے لبیک پکارتے ہوئے نکلے: ''تو نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سات آدمی ایک اونٹ یا گائے میں شریک ہو جائیں۔'' (مسلم: ۱۲۱۳)

جبکہ حاجی یا معتمر کے علاوہ کی طرف سے کی جانے والی قربانی (اضحیۃ) کی صورت میں گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً ، وَفِي الْبَعِيرِ عَشَرَةً))

[ترمذی : ۱۵۰۱۔ و نسائی : ٤٣٩٧ و ابن ماجه : ٣١٣١]

''کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ آ گئی تو ہم گائے کی قربانی میں سات اور اونٹ کی قربانی میں دس افراد شریک ہوئے۔''

جانور کو بوقت ذبح قبلہ رخ کرنا

جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔
(ابو داؤد: ۲۷۹۵)

قربانی خود ذبح کرنا

قربانی کا جانور کسی دوسرے سے ذبح کروانا بھی جائز ہے۔ لیکن نبی ﷺ کا عام معمول یہی تھا کہ آپ خود قربانی ذبح فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ

وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا وَيَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ ﴾ [بخاری : ٥٥٦٤]

”کہ نبی ﷺ دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھے قربان کرتے تھے، آپ اپنا پاؤں ان کے پہلو پر رکھتے اور انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے تھے۔“

قربانی کی دعا

نبی کریم ﷺ قربانی کرتے وقت ”بِسْمِ اللهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ“ پڑھا کرتے تھے۔

[بخاری : ٥٥٦٥۔ مسلم : ١٩٦٦]

جانور ذبح کرنے کے آداب

جانور کو ذبح کرنے کے لیے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کر یا کروالینا چاہیے۔ نبی ﷺ کے پاس قربانی کے لیے مینڈھا لایا گیا تو آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے چھری منگوائی اور انھیں حکم دیا:

﴿ إِشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ ﴾ [صحیح مسلم : ١٩٦٧] ”اس کو پتھر کے ساتھ تیز کرو۔“

اسی طرح شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ ﴾

[مسلم : ١٩٥٥]

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے، سو جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ایک اپنی چھری کو تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔“

امام نووی رحمہ اللہ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ”ذبح کرنے والا چھری تیز کرنے اور اسے تیزی سے چلانے کے ساتھ اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے اور مستحب ہے کہ ذبیحہ کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے اور ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے اور جانور کو ذبح کرنے کی جگہ گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے۔

[شرح النووی : ١٠٧/١٣]

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے ذبح کے لیے بکری کو زمین پر ڈال رکھا تھا اور خود اپنی چھری تیز کر رہا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ اسے کئی موتیں مارے تو نے اسے لٹانے سے پہلے اپنی چھری کو تیز کیوں نہ کیا؟

[مستدرك حاكم : ٢٥٧/٤ و سلسلة الأحاديث الصحيحة : ٢٠/١٠، ٣١٣٠]

ذبح کرنے کے بعد جانور کی گردن مروڑ کر اس کا منکا نہ توڑا جائے اور نہ ہی چھری کی نوک کو گردن کی ہڈی میں موجود حرام مغز میں مارا جائے۔ اس طرح جانور کا خون پوری طرح باہر نہیں نکل پاتا اور اس کا گوشت طبی طور پر نقصان دہ ہو جاتا ہے۔ ذبح کرنے کے بعد جانور کو تسلی سے ٹھنڈا ہونے دیں، اس کا خون اپنے طبعی بہاؤ سے باہر نکلنے دیں۔ جب تک جانور مکمل طور پر ساکت نہ ہو جائے، کھال اتارنے کا آغاز نہ کریں۔

قربانی میں وکالت کرنا

قربانی خریدنے میں کسی دوسرے کو وکیل مقرر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عروۃ بن ابی الجعد البارقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انھیں قربانی کا جانور خریدنے کے لیے ایک دینار دیا۔ انھوں نے آپ کے لیے اس سے دو بکریاں خرید لیں۔ پھر ان دونوں میں سے ایک کو ایک دینار میں بیچ دیا اور نبی ﷺ کے پاس ایک دینار اور ایک بکری لے کر حاضر ہو گئے۔ آپ نے انھیں تجارت میں برکت کی دعا دی پھر اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو انھیں اس میں نفع ہوتا۔

(بخاری: ٣٦٤٢)

اسی طرح قربانی ذبح کرنے اور گوشت وغیرہ تقسیم کرنے کا معاملہ بھی کسی دوسرے کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ نے اپنے قربان کیے جانے والے (100) اونٹوں میں (63) اونٹ اپنے دست مبارک سے قربان کیے پھر علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ذمہ داری سونپی تو باقی (37) اونٹ انھوں نے نحر کیے۔ (مسلم: ١٢١٨)

اسی طرح قربانی کا گوشت اور کھالیں تقسیم کرنے کی ذمہ داری بھی علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے نبھائی۔ (بخاری: ١٧١٦۔ مسلم: ١٣١٧)

لیکن اس میں یہ خیال لازماً رکھنا چاہیے کہ وکیل (جسے قربانی کی رقم دے کر قربانی ذبح کرنے اور گوشت وغیرہ تقسیم کرنے کی ذمہ داری دی جا رہی ہے) قربانی سے متعلقہ مسائل و معاملات سے خوب واقف، نیک، صالح اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔ ① کیونکہ قربانی ایک عبادت ہے اور یہ باتیں کسی بھی عبادت کے کرنے اور اس کے قبول ہونے میں خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم

قرآن و سنت کی روشنی میں جائز ہے کہ قربانی کا گوشت خود کھائے، گھر والوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دیگر فقراء و مساکین کو کھلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ [الحج : ۲۸]

''سو ان میں سے کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو کھلاؤ۔''

دوسری جگہ فرمایا: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ﴾ [الحج : ۳۶]

''تو ان سے کچھ کھاؤ اور قناعت کرنے والے کو کھلاؤ اور مانگنے والے کو بھی۔''

قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا

قربانی کرنے والا قربانی کا گوشت ذخیرہ بھی کر سکتا ہے۔ نبی ﷺ نے ایک سال مفلوک الحال غریب بدوی لوگوں کے مدینہ آنے پر حکم دیا:

① وطن عزیز پاکستان میں ''فلاح انسانیت فاؤنڈیشن'' ہر سال عید الاضحیٰ کے موقع پر قدرتی آفات (سیلاب، زلزلہ وغیرہ) سے متاثر لوگوں، غرباء، مساکین، مہاجرین، مجاہدین اور شہداء کے یتیم بچوں اور بیوگان تک قربانی پہنچانے کے لیے ''قربانی پروگرام'' کے تحت ملک بھر سے قربانی کے جانور یا ان کی خریداری کے لیے نقد رقوم اکٹھی کرتی ہے۔ اور پھر باقاعدہ ایک ترتیب کے ساتھ مستحقین تک قربانیاں پہنچاتی ہے۔ قربانیوں کی خریداری، تقسیم اور ذبح کرنے جیسے تمام معاملات میں شرعی حدود و قیود کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ صاحب استطاعت حضرات بالخصوص ایک سے زیادہ قربانیاں کرنے والے لوگوں کو اس پروگرام میں ضرور شریک ہونا چاہیے اور بروقت قربانی کے جانور یا ان کی قیمت ''فلاح انسانیت فاؤنڈیشن'' کے مراکز، دفاتر یا ذمہ داران و مسئولین کو جمع کروا کر مستحقین کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کرنا چاہیے۔

((مَنْ ضَحَّى مِنكُمْ، فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ، وَ بقى فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ))

''کہ تم میں سے جس جو قربانی کرے، تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں اس قربانی کے گوشت میں سے کچھ باقی نہ ہو۔''

اگلے سال لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اس سال بھی ہم اسی طرح کریں جس طرح پچھلے سال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا:

((كُلُوا، وَأَطْعِمُوا ، وَادَّخِرُوا، فَإِنَّ ذَلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ، فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا)) [بخاری : ٥٥٦٩ـ مسلم : ١٩٧٤]

''نہیں، بلکہ کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو، پچھلے سال لوگ تنگی میں تھے، تو میں نے چاہا کہ تم ان کی اس تنگی میں مدد کرو۔''

قربانی کی کھال بیچنا

✿ قربانی کرنے والے کے لیے قربانی کے گوشت کی طرح اپنی قربانی کی کھال بیچنا بھی منع ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ بَاعَ جِلْدَ أُضْحِيَّتِهِ فَلَا أُضْحِيَّةَ لَهُ)) [مستدرك حاكم : ٣٤٦٨ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ دیکھیے صحیح وضعیف الجامع الصغیر: ١١٠٦٣]

''جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی، اس کی کوئی قربانی نہیں۔''

قربانی کا گوشت، کھال یا کوئی بھی چیز قصاب کی مزدوری میں دینا

قربانی کی کھال، قربانی کا گوشت یا قربانی کے جانور کی کوئی اور چیز سری، پائے، اوجھری، کلیجی وغیرہ قصاب کو بطور اجرت دینا حرام ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ، وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا، وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا))
[بخاری ١٧١٧ـ مسلم : ١٣١٧]

''کہ نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ آپ کی قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کریں اور ان کی ہر چیز، ان کے گوشت، کھالیں اور جھول تقسیم کر دیں اور (ان میں سے) قصاب کی مزدوری میں کوئی چیز نہ دیں۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے اس پر مزید فرمایا:

((نَحْنُ نُعْطِيهِ مِنْ عِنْدِنَا)) [مسلم : ۱۳۱۷]

''کہ ہم قصاب کو اس کی مزدوری اپنے پاس سے دے دیں گے۔''

قربانی کی کھالوں کا مصرف

مصرف قربانی کی کھال کا بھی وہی ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے یعنی خود بھی استعمال کر سکتا ہے، احباب و اقرباء کو بھی دے سکتا ہے اور صدقہ بھی کر سکتا ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں قربانی کے دنوں میں کچھ بدوی لوگ مدینہ میں آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین دن کے لیے گوشت رکھ کر باقی صدقہ کر دو۔'' پھر جب اگلا سال آیا تو لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! لوگ اپنی قربانیوں (کی کھالوں) سے مشکیزے بناتے ہیں اور چربی پگھلاتے ہیں (کیا ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں؟) آپ نے فرمایا تو مسئلہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: ''آپ نے تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کھانے سے منع کیا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: ''میں نے تو تمھیں صرف باہر سے آنے والے غرباء کی وجہ سے منع کیا تھا۔ اب تم کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔'' (مسلم: ۱۹۷۱)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ قربانی کے گوشت کی طرح قربانی کی کھال خود استعمال کرتے ہوئے مشکیزہ اور مصلی وغیرہ بنا سکتا ہے، دوستوں اور رشتہ داروں کو دے سکتا ہے اور صدقہ بھی کر سکتا ہے، نبی ﷺ کا اپنا عمل حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِئَةَ بَدَنَةٍ فَأَمَرَنِي بِلُحُومِهَا فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلاَلِهَا فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ بِجُلُودِهَا فَقَسَمْتُهَا)) [بخاری : ۱۷۱۸]

''کہ نبی ﷺ نے ایک سو اونٹ قربان کیے، پھر مجھے ان کے گوشت کے بارے میں حکم دیا تو میں نے اسے تقسیم کر دیا، پھر آپ نے مجھے ان کی جھولوں کے متعلق حکم دیا میں نے وہ بھی تقسیم کر دیں پھر آپ نے مجھے ان کی کھالوں کے متعلق حکم دیا تو میں نے وہ بھی تقسیم کر دیں۔''

دوسری روایت میں ہے:

((وَأَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا فِي الْمَسَاكِينِ))

[مسلم : ١٣١٧] ''کہ نبی ﷺ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے قربانی کے اونٹوں کو کلی طور پر مساکین میں تقسیم کر دیں، ان کے گوشت کو، ان کی کھالوں کو اور ان کی جھولوں کو۔''

معلوم ہوا کہ قربانی کی کھالیں خود استعمال نہ کرنی ہوں تو مساکین میں تقسیم کر دینا سنت رسول ﷺ ہے۔ لیکن مساکین ایسے تلاش کرنے چاہییں۔ جو صحیح العقیدہ، نمازی، پرہیز گار، اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنے والے ہوں۔ کیونکہ نبی ﷺ نے جن مساکین کو کھالیں دینے کا حکم دیا تھا وہ سب کے سب ان اوصاف سے متصف تھے۔ آپ کے دورِ مسعود میں کوئی مسلم ایسا نہ تھا جو بے نماز ہو یا جہاد فی سبیل اللہ میں شریک نہ ہوتا ہو۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ
اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

کہہ دے بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو تمام
جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں
سب سے پہلا ہوں۔ (الانعام:163,162)

دار الاندلس
4-لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37242314
مین یونیورسٹی روڈ بالمقابل سفاری پارک گلشن اقبال کراچی +92-21-34835502